اورینٹل کالج میگزین، جلد۹۸، شمارہ۲، مسلسل شمارہ:۳۶۸، سال۲۰۲۳ء

سراجِ منیر،(سفر نامۂ حج از شیفتہ) تحقیق وتنقید

زاہرہ نثار، پی ایچ ڈی

اسسٹنٹ پروفیسر

اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

‘SIRAJ-E MUNEER’ PILGRIMAGE TRAVEL
BY SHAIFTA: RESEARCH AND CRITICAL STUDY

Zahra Nisar, PhD
Assistant Professor
UEI, University of the Punjab, Lahore

Abstract

Nawab Mustafa Khan Shaifta was a famous Urdu poet of Nineteenth Century and has special place in the history the of Urdu Literature by his valuable memorendum of Urdu Poets "Gulshan-e-Be-Khar"-Till now this book is considered a great refrence work. He shows his poetic skills both in Urdu and Persian poetry thats why we find two pen names, Shaifta for Urdu and Hasrati for Persian poetry. He learned Arabic, Persian poetry, Hadith and other prominant fields of Knowledge from a Dehli's learned sufi Mian Gi Mala Mal. He also had Tendency towards saints. That was the main Key point which leads him to Mekka and he writes his misterious feeling and meetings with saints which we find in "Rah Aawurd" (in Persian) and "Siraj-e-Muneer" (Urdu Translation). This Travel shows a new feature of Shaifta and reader impressed by his pross skills also. This article consist on research and critical study of "Siraj- e- Munner"

Keywords:
Gulshan-e-Be-Khar, Abdul Ghani Mujadadi, Texts, Sihah, Saints, Eid Russia Chain,

نواب غلام مصطفیٰ خاں شیفتہؔ (۱۸۰۶۔۱۸۶۹ء)، پسر نواب مرتضیٰ خاں بہادر، تاریخِ زبان وادب اردو میں اپنے فارسی تذکرے **گلشنِ بے خار** (۱۸۳۷ء/۱۲۵۳ھ) اور اپنی منفرد شاعری کے سبب بے حد اہمیت رکھتے ہیں۔ قبل از ذکر تصنیف فارسی سے اردو میں ترجمہ ہو چکی ہے۔ جب کہ شاعری میں انھوں نے اردو و فارسی ہر دو زبانوں میں اظہارِ خیال کیا ہے۔ شیفتہؔ کی ایک اور فارسی نثری تصنیف جو مرورِ ایام کے ساتھ گوشۂ گم نامی میں چلی گئی اور اردو زبان کے لبادے میں ڈھل جانے کے باوجود اردو قارئین سے واجبی داد و تحسین بھی وصول نہ کر پائی۔ وہ اُن کا سفر نامۂ حج تھا جسے انھوں نے مذہبی جوش وجذبے سے ہدیۂ قارئین کیا تھا۔ یہ سفر نامہ **ترغیب السالک الیٰ احسن المسالک** کے زیرِ عنوان بہ زبان فارسی مطبع مصطفائی، دہلی سے ۱۲۸۳ھ میں شائع ہوا۔ تاہم شیفتہؔ نے مطبع مرتضائی سے اسی سفر نامے کے **رہ آورد** کے زیرِ عنوان ایک سو پچیس نسخے شائع کروائے۔

نواب غلام مصطفیٰ خاں متخلص بہ شیفتہؔ (اردو) و حسرتیؔ (فارسی) ۱۸۰۶ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد نواب مرتضیٰ خاں سے جہانگیر آباد کا علاقہ بہ طور جاگیر وراثت میں پایا جو اُن کی آل اولاد کو منتقل ہوا۔ دہلی کے مشہور بزرگ میاں جی مالا مال سے فارسی، عربی اور علوم مروجہ کے حصول کے ساتھ ساتھ عالمِ ظاہر و باطن و بے مثل عالمِ علم حدیث حضرت مولانا حاجی محمد نور دہلوی نقش بندی سے علمِ حدیث و قرأت کا ایسا درس لیا کہ آپ کی طلبِ علم کی پیاس کم نہ ہوتی تھی۔ یہی سبب تھا کہ ۱۸۳۹ء/۱۲۵۵ھ میں زیارتِ حرمین شریفین کے دوران میں انھوں نے مکہ کے حضرت شیخ عبداللہ سراج حنفی سے صحاح کے ابتدائی اسباق تبرکاً پڑھے۔ اسی طرح قیامِ مدینہ منورہ کے دوران میں شیخ محمد عابد سندھی (۱۷۷۶۔۱۸۴۱ء) سے اکثر کتبِ حدیث کے خاص الخاص مقامات کے درس لینے کے ساتھ ساتھ اجازتِ حصولِ روایتِ حدیث بھی ان کا مطمحِ نظر تھی۔(۱)

شیفتہؔ کی بزرگانِ دین سے قلبی موانست ڈھکی چھپی نہیں تھی وہ نیاز مندِ تصوف تھے۔ اسی لیے وہ شاہ عبدالعزیز دہلوی (۱۷۴۶۔۱۸۲۴ء) کے نواسے شاہ محمد اسحٰق محدث (۱۷۸۳۔۱۸۴۶ء) سے بیعت ہوئے۔ بعداز وصالِ شیخ وہ شاہ غلام علی نقشبندی (۱۷۴۳۔۱۸۲۴ء) کے دونوں خلفاء شاہ ابوسعید (۱۷۸۲۔۱۸۳۵ء) اور شاہ احمد سعید (۱۸۰۲۔۱۸۶۰ء) کی خدمت میں طالبِ فیوضِ باطنی ہوئے۔ بالآخر عبدالغنی مجددی (۱۸۱۸۔۱۸۷۹ء) سے سلسلۂ نقش بندیہ کے مراحلِ سلوک طے کرتے ہوئے سندِ خلافت

حاصل کی اور صاحبِ اجازت ہوئے۔ شاہ صاحب اپنے مریدین کو مراحلِ تصوف کی تکمیل کے لیے اُن کے پاس بھیجتے تھے۔(۲)

شیفتہؔ پہلے شاعر اور بعد ازاں نثر نگار تھے اردو شاعری میں مومنؔ (۱۸۰۰۔۱۸۵۲ء) جب کہ فارسی میں اسد اللہ غالب (۱۷۹۷۔۱۸۶۸ء) کے آگے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ شیفتہؔ نے امام بخش صہبائی (۱۸۰۶۔۱۸۵۷ء)، منشی صدر الدین خان آزردہ(۱۸۰۴۔۱۸۶۸ء)، غالب، شیخ محمد ابراہیم ذوق (۱۷۹۰۔۱۸۵۴ء)، شاہ نصیر (۱۷۶۱۔۱۸۳۸ء)، احسان، میر حسین دہلوی تسکین(۱۸۰۳۔۱۸۵۲ء، حکیم آغا جان عیش(۱۷۷۹۔۱۸۷۴ء) اور وحشت رضا علی کلکتوی (۱۸۸۱۔۱۹۵۶ء) جیسے کاملینِ فن کے مابین اپنے ذوقِ شعری کو نکھار عطا کیا۔ شیفتہ کے ہاں منعقدہ ہفتہ وار مشاعروں میں جہاں ان اصحابِ فن کا کمال اپنے اوج کو چھوتا دکھائی دیتا وہیں غالب ایسا اہل کمال اپنے اشعار کی اچھائی اور برائی کی کسوٹی نواب صاحب کی پسندیدگی کو قرار دیتا ہے۔(۳) تاہم سفرِ حج کے بعد شعر گوئی کی جانب زیادہ متوجہ نہ رہے۔ رام بابو سکسینہ (۱۸۹۶۔۱۹۵۷ء) لکھتے ہیں:

> ”نواب صاحب کو سفرِ حج کے بعد سے شعر گوئی سے ایک بے توجہی سی ہوگئی۔ کبھی کبھی احباب کے اصرار سے کچھ کہہ لیتے تو کہہ لیتے۔ زیادہ وقت اپنا طاعت وعبادت اور اوراد و وظائف میں صرف کرتے تھے اور تمام منہیات سے تائب ہوگئے تھے۔۔۔“(۴)

شیفتہؔ نے سولہ برس کی عمر میں شعر گوئی کا آغاز کیا اور تیئیس برس کی عمر میں ذوقِ شعری کا یہ دھارا سست پڑ کر میلانِ تصوف کی جانب بہنے لگا۔ اسی دور میں انھوں نے **گلشنِ بے خار** کی بنیاد رکھی لیکن سولہ سے تیئیس برس تک کے ان سات سالوں میں وہ عشقِ مجازی کی جن الجھنوں سے دوچار ہوئے وہ شیفتہ کی اُس درباری زندگی کے مخصوص ماحول کا نتیجہ تھیں جس کا ناگزیر حصہ طوائفیں تھیں۔ انھی میں سے ایک نوخیز رمجو تھی۔ اس سلسلے کی مثنوی **مسی مالی** (۱۸۲۹ء/۱۲۴۴ھ) اُن کے مخطوطۂ دیوان میں شامل ہے۔ معاصرین نے رمجو (تخلص نزاکتؔ) کا ذکر تذکروں میں بڑھ چڑھ کر کیا ہے۔ خود شیفتہ نے بھی اپنے تذکرۂ شعراء **گلشنِ بے خار** میں بہ زمرۂ شاعرات میں ان کو جگہ دی ہے۔ نامعلوم وجوہات کی بناء پر شیفتہؔ نے شعر و شاعری سے دل چسپی کم کر دی اس کا اظہار انھوں نے اپنے قلمی دیوان کے دیباچے میں کیا ہے۔۔۔“(۵)

یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر محمد جمیل جالبی (۱۹۲۹۔۲۰۱۹ء) جیسا نقاد و محقق بھی یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے:

"مشہور ہے کہ انشاء کی ذہانت و فطانت کو نواب سعادت خاں کی صحبت کھا گئی لیکن بر خلاف اس کے شیفتہؔ کو مذہب کا غلبہ۔ ان پر مذہب ایسا سوار تھا کہ وہ شعر گوئی کو اشغالِ عالیہ ہی میں شمار نہ کرتے تھے... حج سے واپسی پر تو مذہب اور عبادت ان کی زندگی کے اُشغالِ عالیہ بن کر رہ گئے۔"(۶)

دوسری جانب وہ شیفتہؔ کی قادرالکلامی کے بھی معترف ہیں:

"۔۔۔ گوئٹے نے ایک جگہ لکھا ہے کہ اچھے خیالات بے باک بچوں کی طرح اچانک اور یکایک سامنے آ کھڑے ہوتے ہیں اور چلّا چلّا کر کہنے لگتے ہیں، ہُم یہاں ہیں، ہُم یہاں ہیں، اردو کے کم شاعروں اور شعروں کو یہ سعادت نصیب ہوئی ہے۔ شیفتہؔ کے بہت سے اشعار میں یہ خصوصیت موجود ہے کہ وہ قاری کی توجہ اپنی طرف منعطف کر کے ایک دم اس کی زبان پر چڑھ جاتے ہیں اور پھر روزمرہ کی گفتگو اور مجالس کا ایک حصہ بن جاتے ہیں اور اسی طرح سینہ بہ سینہ ایک نسل سے دوسری نسل تک پہنچتے رہتے ہیں۔۔۔"(۷)

یہ درست ہے کہ شیفتہؔ اس مہ جبین کے دامِ الفت کے اسیر ہو گئے تھے اور اُن کے تذکرے **گلشنِ بے خار** میں نزاکت، تخلص کے تحت اسی شاعرہ کا ترجمہ شامل ہے۔ جسے انھوں نے انتہائی والہانہ انداز میں پیش کیا ہے۔ اسی سبب سے اس دور کے دیگر تذکرہ نویسوں کو داستاں سرائی کا موقع ملا۔ مثلاً وہ لکھتے ہیں:

"نزاکت تخلص مہ جلوہ، مہر تمثال، نادرالحسن، بدیع الجمال، جاں نواز، دل آرام، رمجو نام۔۔۔ نسیم کویش عطر بیز تراز بادِ بہاری ست و شمیم مویش رنگ ریز تراز آہوانِ تتاری۔۔۔ تازہ گل گلشنِ جوانی است و نورسِ ثمرِ باغِ زندگانی۔ در گلستانِ حسن سروے ست نوخاستہ و باچنین صفاتِ ظاہر بہ محاسنِ باطن آراستہ۔۔۔"(۸)

نوابین کے ہاں طوائفوں کی آمد و رفت اُس زمانے کے ماحول کا فطری تقاضا تھی۔ چناں چہ بہ قول کلب علی خاں فائق (۱۹۱۵۔۱۹۸۸ء) "رمجو جتنی دولت ان سے کھینچ سکتی تھی کھینچ لی اور جب اُسے کوئی نیا گاہک مل گیا تو اس نے بے رخی اختیار کر لی۔ یہ واقعہ ۱۸۳۸/ ۱۲۵۴ھ کا ہے۔ غالبؔ نے ایک خط میں شیفتہؔ

کا حال دریافت کیا ہے اور اس کے جواب میں شیفتہ نے محبوبہ کی بے وفائی کی داستان دہرائی ہے۔ شیفتہ کے لیے یہ صدمہ ناقابلِ برداشت تھا۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر ماں اور نانی نے کہا کہ ہمیں حج کرادو۔۔۔ اس صدمے کی تلافی سفر حرمین شریفین میں دیکھی اور ۱۰ ذی الحجہ ۱۲۵۴ھ /۱۸۳۹ء کو سفر حج کی تیاری کر کے ایک قافلے کے ساتھ دہلی سے نکل کھڑے ہوئے۔ آخری عمر میں انھوں نے اس سفر کے حالات قلم بند کر کے ۱۲۸۳ھ /۱۸۶۶ء میں **رہ آورد** کے نام سے شائع کر دیئے تھے۔۔۔"(۹)

شیفتہ نے ۲۶ سال کی عمر میں **گلشنِ بے خار** کو مکمل کیا۔ ڈاکٹر سید عبداللہ (۱۹۰۶۔۱۹۸۶ء) نے اردو کے اس اہم تذکرے کو اغلاط سے بالعموم پاک قرار دینے کے ساتھ ساتھ انھیں بہترین ناقدینِ فن میں شمار کیا ہے۔(۱۰) ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی (۱۹۱۱۔۲۰۰۰ء) نے **دہلی کا دبستانِ شاعری** میں شیفتہ کے تذکرے اور سخن گوئی کی دل کھول کر داد دی ہے۔(۱۱) شیفتہ جوانی میں نہ صرف شعر و شاعری بلکہ جرح ونقد پر بھی کامل دست رس رکھتے تھے۔ تاہم شیفتہ کے مخالف تذکرہ نویسوں نے رمجو کے قصے کو بڑھا چڑھا کر فسانہ طرازی کی ہے۔ **تذکرۂ شمیمِ سخن** میں نزاکت کے ترجے میں شیفتہ کا ذکر درجِ ذیل الفاظ میں آتا ہے:

"نزاکت تخلص رمجو نام طوائف باشندۂ نارنول نواب حاجی مصطفیٰ خان شیفتہ ایامِ شباب میں اس آفت روزگار پر مائل تھے بعدہ جب منہیاتِ شرعی سے تائب ہوئے اس سے بھی تعلق قطع کر دیا۔ شیفتہ مرحوم کی صحبت نے اس کو شاعر بھی بنا دیا۔"(۱۲)

درگاپرشاد کے **تذکرۃ النساء** میں شیفتہ اور رمجو کا ذکر درجِ ذیل الفاظ میں آیا ہے:

"نزاکت تخلص رمجو نام نارنول کی بتِ بازاری ستم شعاری ہے جو شیفتہ مرحوم صاحب **گلشنِ بے خار** کی دوست داری سے شاعری میں نام پا گئی۔۔۔(۱۳)

تاہم جب رمجو کی بے وفائی سے دل برداشتہ ہوئے تو انھوں نے غالب کو اپنے دلِ مضطرب کی کیفیت لکھ ڈالی۔ غالب نے بھی اُن سے اظہار افسوس و ہم دردی کے لیے جوابی خط لکھا۔ شیفتہ نے محبوب کی بے وفائی کا ذکر درجِ ذیل الفاظ میں کیا ہے:

"آخر نورے در دل افروخت و متاع کاسد پاک بسوخت۔"(۱۴)

ترجمہ: دل کا نور بالآخر روشن ہو گیا اور ناقدرے شخص کی اصل جمع پونجی جل گئی۔

اُن کا عشقِ مجازی، عشقِ حقیقی کا پیش خیمہ بن کر سفر حج کی صورت میں نئی منزلوں سے ہم کنار ہوتا ہے۔ وہ شاہ محمد اسحٰق سے بیعت تھے جو مکہ ہجرت کر چکے تھے۔ چناں چہ قدم بوسیِ مرشد محرکِ سفر حج

ہو سکتی ہے۔ اس کے سامنے مجازی عشق کے سیلِ بے کراں حقیر ثابت ہو چکے تھے۔ یہی سبب ہے کہ بیت اللہ سے واپسی کے بعد شیفتہؔ کی طبع رسا مائل بہ تصوف رہی اور وہ شعر و شاعری کی جانب بھی گاہ گاہے ہی متوجہ رہے۔ مالک رام نے **تلامذۂ غالبؔ** میں شیفتہؔ کے سفرِ حجاز اور ترکِ مے کی کیفیت درجِ ذیل الفاظ میں بیان کی ہے:

"۔۔۔ غالبؔ سے ان کا شراب کا لطیفہ مشہور ہی ہے کہ ایک دن سردی کے زمانے میں سرِ شام شیفتہؔ اُن سے ملنے کو گئے تو میرزا اُس وقت 'ساغر و مینا' سے شوق کر رہے تھے۔ انھوں نے شیفتہؔ کو بھی دعوت دی۔ انھوں نے جواب دیا۔ حضرت! میں نے توبہ کر لی ہے، تو غالبؔ بولے 'ارے غضب کیا، کیا جاڑوں میں بھی'، اسی زمانے کا شعر ہے:

ماحسرتی! از شیوۂ غالبؔ گرفتہ ایم — آمیختن بہ بادۂ صافی، گلاب را

ترجمہ: اے حسرتیہم غالب کے طور طریقوں کے اسیر ہیں۔ ہم صاف وشفاف شراب میں گلاب ملا کر پیتے ہیں۔

بہرحال بعد میں 'شوقِ صنم اور خواہشِ صہبا، تمام منہیات سے توبہ کر لی۔۔۔"(۱۵)

مولانا الطاف حسین حالی(۱۸۳۷ء۔۱۹۱۴ء) کو غالبؔ اور شیفتہؔ دونوں سے کسبِ فیض کا موقع ملا۔ وہ شیفتہؔ کی مصاحبت میں آٹھ برس رہے۔ بہ الفاظِ حالی "نواب صاحب جس درجے کے فارسی اور اردو کے شاعر تھے اس کی بہ نسبت اُن کا مذاقِ شاعری بہ مراتب بلندتر اور اعلیٰ تر واقع ہوا تھا۔ انھوں نے ابتداء میں اپنا فارسی اور اردو کلام مومنؔ خاں کو دکھایا تھا مگر اُن کے مرنے کے بعد وہ مرزا غالبؔ سے مشورۂ سخن کرنے لگے تھے۔ میرے وہاں جانے سے اُن کا پرانا شعر و سخن کا شوق جو مدت سے افسردہ ہو رہا تھا تازہ ہو گیا اور اُن کی صحبت میں میرا طبعی میلان بھی جو اب تک مکروہات کے سبب اچھی طرح ظاہر نہ ہونے پایا تھا چمک اُٹھا۔۔۔۔ وہ مبالغے کو ناپسند کرتے تھے اور حقائق و واقعات کے بیان میں لطف پیدا کرنا اور سیدھی سادی اور سچی باتوں کو محض حسنِ بیان سے دل فریب بنانا اُسی کو منتہائے کمالِ شاعری سمجھتے تھے۔۔۔"(۱۶)

حالیؔ کے مذکورہ بالا بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ شیفتہؔ فنِ شاعری میں بیانِ حقائق اور بیانِ حسن ولطف پر کامل دسترس رکھتے تھے۔ اسی تناظر میں اُن کے سفرنامے کو دیکھا جائے تو نثر میں بھی اُن کا قلم برابر رواں دکھائی دیتا ہے۔ انھوں نے جس مذہبی عقیدت و شیفتگی سے ارضِ مقدس کا سفر کیا اُس سے بڑھ کر والہانہ شیفتگی سے اُسے قلم بند بھی کیا ہے۔ وہ ۲ مارچ ۱۸۳۹ء بہ مطابق ۱۷/ ذوالحجہ ۱۲۵۴ھ کو عازمِ سفر

حجاز ہوئے اور ۱۵ فروری ۱۸۴۱ء بہ مطابق ۲۳ ذی الحجہ ۱۲۵۶ھ کو وطن لوٹے۔ اُن کے سفر حرمین کا کل دورانیہ دو سال چھ دن ہے۔ سید وزیر الحسن عابدی نے نقوش آپ بیتی نمبر میں اس سفر نامے کے چیدہ چیدہ واقعات کا خلاصہ پیش کیا ہے اور مضمون کے آخر میں آج کل دہلی کا جنوری ۱۹۶۴ء کا ایک خط شامل ہے جو شیفتہ بنام مومن ہے جس میں بحری جہاز ٹوٹنے کا مفصل واقعہ نقل ہے۔ خط کے آخر میں محررہ یکم ذی الحجہ ۱۲۵۵ھ / ۱۸۴۰ء اور بائیں جانب قلابین میں **آج کل** کا حوالہ درج ہے۔ وزیر الحسن عابدی شیفتہ کے سفر نامے، اس کے نام اشاعت اور مطبع وغیرہ کی بابت لکھتے ہیں:

> ”شیفتہ حج کے لیے گئے تو ان کے علمی و ادبی ذوق نے ایک سفر نامہ بھی مرتب کرا دیا جو انھوں نے فارسی میں لکھا اور **ترغیب السالک الی احسن المسالک** کے نام سے شائع کیا۔ دیباچے میں انھوں نے کتاب کا نام **رہ آورد** تجویز کیا تھا۔ چنانچہ اس کی طباعت مطبع مصطفائی دہلی میں ۱۲۸۳ھ میں اسی نام سے ہوئی تھی لیکن بعد میں انھوں نے اس کے لیے نیا سرورق دوسرے نام سے مطبع مرتضائی دہلی میں چھپوا کر مطبوعہ نسخوں میں سے ۱۲۵ نسخوں میں کتاب کا نام بدل دیا۔ باقی نسخے اسی نام سے رہے۔“ (۱۷)

نقوش کے اس آپ بیتی نمبر میں مذکورہ سفر نامہ شیفتہ کی جزوی تلخیص بہ زبانِ اردو پیش کی گئی ہے۔ کہیں کہیں فارسی اقتباسات بھی شاملِ متن ہیں۔ کہیں کہیں اغلاطِ کتابت دکھائی دیتی ہیں۔ البتہ ہجری کے ساتھ ساتھ عیسوی تواریخ بہ التزام درج کی گئی ہیں۔ سفر نامے پر جرح و نقد نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ شیفتہ کی ہجری و عیسوی تاریخ پیدائش ۱۸۰۶ء (۱۲۲۱ھ)، والد کا نام، اردو و فارسی تخلص، تصانیف اور تاریخِ وفاتِ ہجری (۱۲۸۶ھ) درج کی گئی ہیں۔ (۱۸)

وزیر الحسن عابدی نے مطبع مصطفائی، دہلی کے جس مطبوعہ نسخے کا حوالہ دیا ہے۔ راقمہ نے اسے ناخوانا اور سہوِ کتابت متن کی تصحیح کے لیے پیشِ نظر رکھا ہے۔ مطبع مصطفائی، دہلی سے ۱۲۸۳ھ میں ۱۵۲ (و چار صفحات اغلاط نامے) صفحات پر مشتمل یہ سفر نامہ **ترغیب السالک الی احسن المسالک** کے زیرِ عنوان شائع ہوا۔ کتاب کے اختتام پر مخطوطات کے طرزِ ترقیمہ کی مانند دی گئی عبارت سے مصنف، تاریخ کتابت اور مطبع کے بارے میں معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ شیفتہ نے فارسی نسخے کے تعارف میں کتاب کا نام **رہ آورد** جلی حروف میں دیا ہے۔ جسے بعد ازاں قلم زد کر کے ”ترغیب السالک ...الخ“ سے تبدیل کر دیا ہے۔ مزید یہ کہ فارسی متن اصلاح شدہ ہے۔ صاحبِ

اصلاح کے دست خط عین عنوانِ کتاب کے نیچے ثبت ہیں جو بدون تاریخ اور صاحبِ مطبع محمد حسین خان کے ہیں۔(۱۹)

اس نسخے سے استفادے کی وجہ یہ بھی تھی کہ اردو ترجمے میں شاملِ متن عربی عبارات بعض مقامات پر ناگزیر طور پر متقاضیِ اصلاح تھیں۔ چناں چہ فارسی اور اردو دونوں متون کو بین بین رکھتے ہوئے اردو کاتب کی کم سوادی کی اصلاح میں بعض مقامات پر بے حد مدد ملی۔ فارسی متن پر مشتمل یہ نسخۂ وحید ہے جس کے ص ۱۴۵۔۱۴۸ غائب ہیں۔

اردو میں ''غشل'' جیسی غلطی کی بہ آسانی ''غسل'' سے تصحیح ہوسکتی ہے تاہم اردو متن کے ص۶۷ کی س ۱۵ کے آخری دو لفظ سہوِ کتابت کے سبب ابہام پیدا کر رہے تھے۔ کاتب نے ''یا من و یبک اللہ۔۔۔'' لکھا تھا۔ جب کہ فارسی نسخے کے ص ۱۱۷ پر ''یا من اکمل اللہ۔۔۔'' درج تھا۔(۲۰) چناں چہ یہاں فارسی نسخے کے متن کو اس سبب سے بھی ترجیح دی گئی کہ یہ متن اصلاح شدہ تھا۔

شیفتہؔ کے **رہ آورد** اور اس کے اردو ترجمے **سراج منیر** پر تنقیدی آرا نہ ہونے کے برابر ہیں۔ تذکروں میں بھی شیفتہؔ کے سفر نامے کا ذکر برائے نام ملتا ہے۔ جب کہ وزیر الحسن عابدی کے بعد نظام الدین حسین نظامی کے ہاں شیفتہؔ کی نثری دست رس اور سخن گوئی دونوں ہی کو خراجِ تحسین پیش کیا گیا ہے۔ وہ شیفتہ کے مختصر حالات کے بیان میں **رہ آورد** پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''۔۔۔یہ سفر نامہ موسومہ **ترغیب السالک الی احسن المسالک** یا **رہ آورد** فارسی زبان میں لکھا گیا ہے۔ اس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب صاحب جس طرح فنِ سخن میں ید طولیٰ رکھتے تھے اسی طرح وقائع نگاری کے انداز کو بھی خوب جانتے تھے۔ آپ کا سفر نامہ کس اصول پر لکھا گیا ہے۔ اس کا حال آپ کے اس فقرے سے معلوم ہو جاتا ہے جو سفر نامۂ مذکور میں ایک بزرگ کے حالات کے دوران میں آپ نے تحریر فرمایا ہے۔ 'ایک کامل العقیدت صائب الرائے نے اُن کی خرقِ عادت کی ایک نقل میرے سامنے بیان کی۔ میں نے قصد کیا کہ اس کو لکھوں لیکن چوں کہ میری عادت میں عجائبات لکھنے میں بہت احتیاط ہے لہٰذا میری طبیعت نے مجھ کو لکھنے سے باز رکھا'۔''(۲۱)

شیفتہؔ نے اپنے اس سفر نامے میں انتہائی عاجزی و انکسار سے سفر بیت اللہ کا قصد کیا ہے۔ اس سفر میں پیش آنے والے تمام حوادث و عوامل کو انھوں نے سپردِ قرطاس کیا ہے۔ اُن کا یہ سفر حرمین ایک جانب

اپنی روح کو انواراتِ مقدسہ سے منور کرنے کی توجیہ ہو سکتا ہے تاہم اس کے بین بین انھوں نے ہندوپاک اور عرب کے نام ور علماء، فقہاء، درویشوں اور صوفیہ کے ساتھ میل ملاپ اور کسبِ فیض کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ یوں وہ گئے تو حج بیت اللہ کو تھے تاہم زادِ راہ میں انوارِ مدینہ و دروس علماء کے گنجینوں سے اپنے ذہن ودل کو منور کرتے ہوئے لوٹے۔

سراجِ منیر چوں کہ قدیم املاء اور قدیم طرزِ تحریر کا نمونہ ہے اس لیے اس میں عبارت در عبارت طولانی بیانات وجملہ تفاصیل ملتی ہیں۔ املاء کے ضمن میں مرکب وہائے ہوز کا استعمال بلا تفریق بہ کثرت ملتا ہے۔ اعراب بالحروف، مرکب الفاظ، یائے معروف و مجہول، الف ممدوہ کا شاذ استعمال، نون اور نون غنہ میں فرق روا نہ رکھنے جیسے کئی مسائل دکھائی دیتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ جملوں کے مابین اختلافِ جمع اور سہوِ کتابت جیسے عوامل بھی سامنے آتے ہیں۔

فارسی اور اردو متن کا واضح فرق یہ بھی ہے کہ مترجم نے شیفتہؔ کے متذکرہ تمام عنوانات کو (ماسوائے گفتار سوم کے) کتاب کے شروع میں بہ طور فہرستِ مضامین شامل کیا ہے۔ اس طرح تمہیدِ مترجم سے ہٹ کر یہ فہرست انیس عنوانات (مع دیباچہ از شیفتہؔ) میں منقسم دکھائی دیتی ہے۔ تاہم متن میں شیفتہؔ کی پیش کردہ تقسیم بھی روا رکھی گئی ہے جس میں انھوں نے اس سفر نامے کو تین گفتاروں میں منقسم کیا ہے۔ گفتار اوّل اور سوم کے مابین گفتار دوم کے تحت سخن اول تا دہم بہ عنوان پیش کیے گئے ہیں۔ اسی طرح سخن سوم "ذکرِ مناسکِ حج" کئی ابواب وفصول پر مشتمل ہے۔(۲۲)

سید زین العابدین نے **سراجِ منیر** کا اردو متن کل ۱۰۶ صفحات میں سمیٹا ہے اور کتاب کے آخر میں دو صفحات پر مشتمل اغلاط نامہ بھی لگایا گیا ہے تاہم متن میں موجود اغلاط، اغلاط نامے میں مذکور اغلاط سے کئی گنا بڑھ کر ہیں۔ شیفتہؔ نے متن کے مابین جن فارسی اور عربی کے اشعار، آیاتِ قرآنی، احادیث، دعاؤں اور ذکر اذکار کو شامل کیا ہے؛ وہ بعینہٖ شاملِ متن نہیں ہیں۔ شیفتہؔ کا یہ سفر نامہ تحقیق وچھان پھٹک کا آئینہ دار بھی ہے۔ دورانِ سفر گفتارِ اوّل میں سلسلۂ عیدروسیہ کا ذکر ملتا ہے۔ اس کے متعلق شیفتہؔ لکھتے ہیں:

> "میں نے لفظ عیدروس کی تحقیق کی۔ میں نے بعض ثقہ آدمیوں کی زبان سے سنا کہ ایک بزرگ پاک طینت، روشن دل، مبارک نفس کا وقتِ آخر قریب ہوا اور اُن کے ضمیر میں اس راز کی خبر ہوگئی اور اُن کا قصد ہوا کہ کسی شخص کو اپنا سجادہ نشین بنادیں.... اس لیے اپنے اس تصرف سے جو کہ اُن کو حاصل تھا، ابلیس کو حکم دیا کہ انسانی شکل میں متشکل ہو کر، عباو

عمامہ پہن کر صدر مقام مجلس میں بیٹھے اور عام آدمیوں کو حکم دیا کہ جو شخص اس شخص کو شناخت کرے گا، وہ لائق سجادہ نشینی کے قرار پائے گا.... اتفاقاً ایک لڑکا..... صدرِ نشین سے لڑنے لگا اور اُس کی آبرو کو خاک میں ملا دیا.... یہاں تک کہ شیطان اس مقام سے چلا گیا اور ہنگامہ فرو ہوا۔ لڑکے نے کہا کہ کہاں ابلیس اور کہاں سجادۂ شیخ.... انھوں نے.... اُس لڑکے کو اپنا جانشین بنایا.... اور اُسی روز سے اس لڑکے کا نام عِدّ روس مشہور ہوا۔ کیوں کہ وہ بے محابا سر سے گزر گیا تھا اور بعدہٗ عِدّ روس سے بگڑ کر عید روس مشہور ہو گیا.... طریقۂ عید روس کی نسبت انھیں سے ہے۔"(۲۳)

اسی طرح شیفتہؔ نے نثر میں شعریت کا جو التزام برتا ہے وہ اُن کی قادرالکلامی پر دال ہے۔ چند امثلا درجِ ذیل ہیں:

"..... کوئی العطش العطش کا نالہ آسمان تک پہنچاتا تھا اور کوئی یہ الفاظ کہ پیالے کو خوب بھرو، اس زور سے کہتا تھا کہ زہرہ غصہ ہو کر بزمِ نشاط سے اُٹھ جائے۔" (۲۴)

"طراوت و سرسبزی و خوبی میں یہ جنگل مثل ایسے باغ کے ہے کہ جہاں قسم قسم کے پھول اس زیادتی کے ساتھ ہوں کہ جنگل کے دامن میں نہ سما سکیں اور رنگ رنگ کے پھول اس کثرت سے ہوں کہ اگر آسمان ٹوکری بن جائے تو اُس میں نہ آسکیں۔ جنگل نہیں ہے بلکہ لالہ زار ہے۔ صحرا نہیں ہے بلکہ مثل عطر فروش کی دکان کے ایک معطر مقام ہے۔ غزالانِ ختن اسی سرزمین میں چگتے ہیں جس کی وجہ سے کہ نافۂ مشک میں اس قدر خوش بو پیدا ہوتی ہے۔ یہاں کا ہر پھول مثل گلاب کے رنگ و بو رکھتا ہے، بیلا، چمیلی کا کیا شمار ہے....."(۲۵)

"جن لوگوں کی روح [روحیں] ایمان کے انوار سے اور یقین کی شعاع سے روشن ہیں اُن کو معلوم ہونا چاہیے کہ جو تجلیات کہ اس نور کدے میں اپنی روشنی پھیلاتی ہیں اُن کا ادراک صرف اہلِ باطن ہی نہیں کر سکتے بلکہ اہلِ ظاہر بھی اس فیضِ عام سے اُن لوگوں کے ساتھ فیض یاب ہوتے ہیں۔ ایک نور ہے کہ جو بہار کے مینہ کی طرح آسمان سے اس مبارک زمین پر ہر دم برستا ہے۔ بالخصوص جب انسان باہر سے خواجۂ دوعالم کے گنبدِ منور کو دیکھتا ہے اور اندر سے آں حضرت کے حجرۂ مقدسہ پر نگاہ ڈالتا ہے تو میں کیا بیان کروں کہ آنکھ کو کس قدر لذت ملتی ہے اور دل کو کس قدر خوشی حاصل ہوتی ہے۔۔۔"(۲۶)

سفر نامۂ مذکور کے فارسی اور اردو نسخے کے تقابل سے سامنے آنے والے چند اہم پہلو درجِ ذیل ہیں:

۱۔ فارسی متن (ص ۴) کا ایک فارسی شعر اردو متن (ص ۸) میں نثری ترجمے کی صورت میں شامل کیا ہے: جو لوگ کہ خمِ توحید سے سرمست ہیں ان کے نزدیک بادہ و جام میں کوئی فرق نہیں ہے۔

من و تو درین قصر راہی ندارد　　　سرمستان خم کدہ توحید دربادہ و جام

۲۔ فارسی متن (ص ۱۵) قطعہ بہ زبانِ عربی ،اردو متن(ص ۱۷)میں بہ اعتبارِ الفاظ و اعراب تصحیح طلب ہے۔

۳۔ فارسی متن (ص۲۵۔۲۷) اردو متن میں مثنویِ مذکور کے متعدد اشعار تصحیح طلب ہیں۔ اسی طرح دیگر شعری متون بھی فارسی اور اردو نسخے میں مختلف ہیں۔

۵۔ فارسی متن ص ۴۴۔۱۰۰ ترجمہ نہیں کیا گیا۔اس حصے کو ''سخن سوم ۔مناسکِ حج'' کے زیرِ عنوان تمام مباحث کو فقہِ حنفی کے تحت بیان کیا گیا ہے۔اس حصے کے ۱۲ ابواب اور کئی فصلیں ہیں جن میں فریضۂ حج کی بجا آوری کے کئی اہم پہلوؤں کو بہ تفریقِ مرد و زن قرآن وسنت کے حوالوں کی روشنی میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ان امور میں احرام پہنے صفا ومروہ کے مابین سعی کرنے ،تلبیہ پڑھنے، طواف کرنے، وقوفِ عرفات، قیامِ مزدلفہ، رمی جمار، طواف زیارت، بوسۂ حجرِ اسود، ستر عورت در حالِ طواف، دو رکعت نفل بعد از طواف اور قربانی وغیرہ اور اسی سے منسلکہ دیگر مسائل کا مفصل بیان شامل ہے۔گویا سخن سوم کلیتاً حذف ہے جس کا ذکر شیفتہ نے ''ذکرِ مناسک حج کے تناظر میں کیا تھا۔

سب سے آخر میں اختتام سفر نامہ پر شیفتہؔ نے خاتمۂ الطبع سے قبل ''خاتمہ'' کے عنوان سے اڑھائی صفحات پر مشتمل خاتمۂ کتاب تحریر کیا ہے۔جس کا مفہوم یہ ہے کہ اختتام کتاب پر اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہمارا خاتمہ بالخیر کرے۔حسرتی نے جس طرح تشبیہ واستعارہ اور قافیہ پیمائی سے عبارت آرائی کی ہے اس سے اُسے حسن خاتمے کی خوش بو آرہی ہے۔سخن شناس اے میر مجلس کے پاس پہنچا دیجیے اور اگر اس تصنیف میں کسی قسم کی کمی یا کوتاہی دکھائی دے تو اس سے در گزر کیجیے۔یہ کتاب قرائین کے لیے

وسیلۂ ہدایت ہو۔فاضل مترجم نے اس خاتمۂ کتاب سے کلیتاً صرفِ نظر کرتے ہوئے اسے ترجمے کا حصہ نہیں بنایا۔یہی وجہ ہے کہ فارسی متن کا ۱۵۲ صفحات کا مسودہ اردو قالب میں ڈھل کر ۱۱۲ صفحات تک محدود ہوجاتا ہے۔خاتمۂ کتاب کی عبارت کا ابتدائی اور آخری حصہ درجِ ذیل ہے:

> "خاتمہ منت خدائے راکہ ہم سفر بہ نیکوئے انجام گرفت و ہم نامہ بہ فرخی فرجام پذیرفت۔ مژدہ اے حسرتی ازیں حسن خواتیم بوئے حسن خاتمہ شنیدہ می شود۔ والا ای سخن شناس دیدے بہ شر طے کہ در صدر بارنامہ رفتہ بود۔درپس گرمیِ ہنگامۂ عبارت و افروز ش بزم استعارت نہ رفت بہ پارسی سادہ سخن گفت از ترصیع و تجنیس استعارہ و تشبیہ سجع آرائی و قافیہ پیمائی و امثال آن کہ از محسنات مقرر روزگار است بہ اندازۂ توان خویش یارے نخست۔۔۔"(۲۷)
>
> "واگر در پیش ہمت والاے تان ہمہ ہیچ وپوچ بہ نظر آید، آن گاہ در پوستین نامہ نگار نیفتند و بہ گوشت برادر کام و دہان آلودن رواندارند و بہ حکم کریمہ اِذَامَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا کِرَامًا کریمانہ بہ گزرند و نگارندۂ این مبارک نامے بہ محمدؐ موسوم بہ مصطفیٰ معروف بہ حسرتیؔ در فارسی و بہ شیفتہؔ در ریختہ متخلص است اصحابِ تصنیف و اربابِ تالیف نام در اول آرند و من در آخر آوردم۔شعر:
>
> بادشاہِ عالم درویشیم   مُہر بریائین فرماں می زنم   والسلام
>
> عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی (۲۸)

مجموعی طور پر سراجِ منیر شیفتہؔ کے قلبی و روحانی ترفع کی روداد ہے۔ یہ محض سفری احوال نہیں ہے بلکہ اپنے اندر اپنے عہد کی نام ور ہستیوں کی عقدہ کشائی کا شاخ سانہ بھی ہے جن پر مزید تحقیق کرتے ہوئے ان صاحبِ علم ہستیوں اور اُن کے فن تک رسائی کے نئے دروا ہوسکتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) نظامی بدایونی،حضرتِ شیفتہ کے مختصر حالات،(دہلی:انجمن ترقیِ اردو(ہند)،۱۹۱۵ء)،۲۔۵۔

(۲) مالک رام، تلامذۂ غالب،(دہلی:انجمن ترقی اردو(ہند)،۱۹۵۷ء)،۱۷۹،۱۸۰۔

(۳) سکسینہ، رام بابو،تاریخِ ادب اردو،(دہلی:ایجو کیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی ۲۰۰۷ء)،۲۲۷۔

(۴) ایضاً،۲۲۷۔

(۵) کلیاتِ شیفتہ ،کلب علی خان فائق (مرتب)،(لاہور: مجلس ترقی ادب، ستمبر ۱۹۶۵ء)،۱۸۔۱۹۔

(۶) جمیل جالبی، شیفتہ کا مطالعہ، مشمولہ، شیما مجید (مرتب) شیفتہ ایک مطالعہ، (لاہور: پاکستان رائٹرز کوآپریٹو سوسائٹی، ۲۰۰۵)،۲۴۔

(۷) ایضاً،۲۹۔

(۸) شیفتہ، نواب مصطفیٰ خاں،تذکرۂ گلشنِ بے خار، کلب علی خاں فائق (مرتب)، (لاہور: مجلسِ ترقیِ ادب،۱۹۷۳ء)،۶۱۷۔

(۹) ایضاً،۳۴۔

(۱۰) سید محمد عبداللہ، شعرائے اردو کے تذکرے،(لاہور:مکتبۂ خیابان، طبع دوم، دسمبر ۱۹۶۸ء)،۴۸۔

(۱۱) نورالحسن ہاشمی، دہلی کا دبستانِ شاعری،(لاہور: بک ٹاک،۲۰۰۶ء)،۲۲۸۔

(۱۲) صفابدایونی، تذکرۂ شمیم سخن،(لکھنؤ: منشی نول کشور،۱۸۹۱ء)،۲۵۔

(۱۳) درگا پرشاد،تذکرۂ لنساء،(دہلی:اکمل المطابع، س۔ن)،۵۰۔

(۱۴) بہ حوالہ علی صفدر جعفری،نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ: تحقیقی و تنقیدی مطالعہ،(لاہور: عذرا پبلی کیشنز، ۱۹۹۹ء)،۳۵۔

(۱۵) مالک رام،تلامذۂ غالب،۱۷۸،۱۷۹۔

(۱۶) حامد حسن قادری،داستانِ تاریخ اردو،(کراچی: اردو اکیڈمی سندھ، چوتھا ایڈیشن ۱۹۸۸ء)،۶۱۵۔

(۱۷) وزیر الحسن عابدی، مصطفیٰ خاں شیفتہ، مشمولہ نقوش آپ بیتی نمبر، (لاہور: نقوش پریس،۱۹۶۵ء)، ۱۶۶۲،۱۶۶۳۔

(۱۸) ایضاً،۱۶۷۰۔

(۱۹) شیفتہ، نواب مصطفیٰ خاں،ترغیب السالک الی احسن الماسلک،(دہلی: مطبع مصطفائی،۱۲۸۳ھ)، سرورق،۶،۱۵۲۔

(۲۰) ایضاً،۱۱۷۔

(۲۱) کلیاتِ شیفتہ و حسرتی، (نظامی پریس،بدایوں۱۹۱۶ء)،۴۶۔۴۸۔

(۲۲) شیفتہ نواب محمد مصطفیٰ خاں،سراجِ منیر ،زین العابدین، سید(مترجم)،(آگرہ: مطبع آگرہ اخبار، آگرہ محلہ، نئی بستی،۱۹۱۰ء)، فہرست و۹۔

(۲۳) ایضاً،۱۸،۱۹۔ (۲۴) ایضاً،۴۳۔ (۲۵) ایضاً،۲۶۔

(۲۶) ایضاً، ۸۰، ۸۱۔

(۲۷) شیفتہ، نواب مصطفیٰ خاں، ترغیب السالک الی احسن المسالک، ۱۴۹، ۱۵۰۔

(۲۸) ایضاً، ۱۵۲۔

BIBLIOGRAPHY

- Durga Parshad, *Tazkiratun-Nisā*, (Delhi: Akmal al-Mutabeh).
- Hamid Hassan Qadri, *Dāstān-i Tārīkh-i Urdū*, (Karachi: Urdu Academy Sindh, 4th Edition, 1988).
- Shaifta, Ghulam Mustafa Khan, *Tazkirah-i Gulshan-i be khār*, (Ed.), Kalb Ali Khan Faiq, (Lahore: Lahore: Majlis Traqqi-e Adab, 1973).
- Shaifta, Ghulam Mustafa Khan, *Sirāj-i Mūnīr*, (Trans.), Zain al-Aabideen Sayed, (Aagrah: Aagra Akhbar Press, 1910).
- Jameel Jalibi, Shaiftah ka Mutaliah, (Incl.), Sheema Majeed (Compl.), *Shaifta aik Mutala'a*, (Lahore: Pakistan Writers Cooperative Society, 2005).
- Kalb Ali Khan Faiq (Ed.), *Kuliyāt-i Shaiftah*, (Lahore: Majlis Traqqi-e Adab, 1965).
- *Kuliyāt-i Shaiftah va Hasrati*, (Badayon: Nizami Press, 1916).
- Malik Ram, *Talamiza-i G̲h̲ālib*, (Delhi: Delhi: Anjuman-i Urdu, 1957).
- Muhammad Abdullah, Sayed, Sho'ara-i Urdū *ke Tazkiray*, (Lahore: Maktaba-e Khayabaan, 2nd Edition December 1968).
- Nizami Badayoni, *Ḥazrat-i Shaifta ke Mukhtaṣar Halāt"*, (Dehli: Anjuman Taraqqi-i Urdu Hind, 1915).
- Noor-ul-Hassan Hashimi, Dr, *Dehli ka dabistan-e-shaeri*, Book tak, Lahore 2006.
- Saksaina, Ram Babu, *Tareekh-e-Adab-e Urdu* Educational Publishing house, Dehli 2007.
- Shaifta, Nawāb Mustafa Khan, *Targheeb-ul-Sālik ila Ahsan-ul-Masalik*, Mustafai press, Delhi 1283 AH.
- Safa Badayoni, *Tazkira-e-Shameem-e-Sukhan*, Munshi Nawal Kishore Press, Lakhnow 1891.
- Safdar Jafri, *Nawab Mustafa Khan Shaifa*: *Research & Critical Study*, Azra Publications, Lahore 1999.
- Wazeer-ul-Hassan Aabidi, *Mustafa Khan Shaifa*, included in *Naqoosh, Aaap Beeti no*, Naqoosh press, Lahore 1965.

❖❖❖